www.KitaboSunnat.com

مقالات

مولانا عبد الرحمان عزیز الہ آبادی

(قسط ۳)

مقامِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شیعہ سنی اتحاد

استخلافِ عثمانؓ :

گزشتہ سطور میں قارئین کرام یہ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جس مملکتِ اسلامیہ کی بنیاد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں رکھی گئی تھی، اس کے استحکام میں سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاکیزہ مال سے متعدد امور پایۂ تکمیل تک پہنچے۔ چنانچہ جہاں آپؓ کی یہ مالی قربانیاں آج تک نقوشِ مقدسہ کی طرح زبانِ حال سے انفاق فی سبیل اللہ کا درس دے رہی ہیں اور تا قیامت یہ درس دیتی رہیں گی، وہاں آپؓ کی جانی قربانیاں بھی صفحۂ قرطاسِ عالم پر آج تک ثبت ہیں اور آئندہ بھی ثبت رہیں گی۔ ان شاء اللہ!

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عالمِ فانی سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ اول تسلیم کیے گئے۔ اور حضرت عثمانؓ، خلیفۂ اول کی مجلسِ شوریٰ کے ممبر قرار پائے۔ آپؓ خلیفۂ اول کے کاتب ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے معتمدِ خاص بھی تھے۔ اور حسبِ سابق اس اسلامی سلطنت کی مضبوطی و استحکام کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خزانوں کے در کھلے رہے ——— حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کی طرح حضرت عثمانؓ کو بھی مدینہ منورہ سے باہر نہیں بھیجا بلکہ بطور مشیرانِ خاص اپنے پاس ہی رکھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد بالاتفاق حضرت عمر بن خطابؓ کو خلیفۃ الخلیفۃ الرسولؐ تسلیم کیا گیا۔ آپؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت عثمانؓ مرکزی وزیر رہے اور خلیفہ ثانی کے اطاعت گزار، وفادار، خدمتِ اسلام میں پیش پیش رہے۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ میں ابولؤلؤ فیروز نامی مجوسی المذہب غلام کے ہاتھوں زخمی ہوئے تو آپؓ سے کہا گیا "اے امیر المؤمنین کسی کو خلیفہ مقرر فرما دیجئے" آپؓ نے فرمایا "کس کو اپنا جانشین مقرر کروں؟ اگر ابوعبیدہ بن الجراحؓ زندہ ہوتے تو ان کو جانشین مقرر کر جاتا اور اگر اس معاملہ میں رب کریم مجھ سے سوال کرتے تو کہہ دیتا" الٰہی میں نے تیرے نبیؐ کی زبان سے سنا تھا، آپ فرماتے تھے کہ "ابوعبیدہ بن الجراحؓ اس اُمت کے امین ہیں" پھر اگر حضرت سالمؓ زندہ ہوتے تو انہیں خلیفہ نامزد کرتا۔ اگر قیامت کے دن مجھ سے سوال ہوتا تو میں کہہ سکتا کہ "اے خالق کائنات میں نے تیرے برگزیدہ اور آخری نبیؐ کی زبان سے سنا تھا، آپؐ فرماتے تھے کہ "سالمؓ، اللہ سے بہت محبت کرنے والا ہے" ایک صحابیؓ نے آپؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کا نام پیش کیا تو آپؓ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ (طبری ص۲۲۷ ج۴)

علامہ شبلی نعمانی "الفاروق" میں رقم طراز ہیں:

"اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔ تمام صحابہؓ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بار بار درخواست کرتے تھے کہ اس مرحلے کو آپ، طے کر جائیں۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کے معاملہ میں مدتوں غور کیا تھا اور اکثر اس کو سوچا کرتے تھے۔ بارہا لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطاں و پیچاں ہیں۔ مدت کے غور و فکر کے باوجود ان کے انتخاب کی نظر کسی پر نہ جمتی تھی۔ بار بار ان کے منہ سے بے ساختہ آہ نکل جاتی کہ افسوس مجھے اس بارِ گراں کا کوئی اٹھانے والا نظر نہیں آتا۔ تمام صحابہؓ میں اس وقت چھ آدمی تھے جن پر انتخاب کی نظر پڑ سکتی تھی۔ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ۔ لیکن حضرت عمرؓ ان میں کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے۔ اور اس کا انہوں نے مختلف موقعوں پر اظہار بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ طبری وغیرہ میں ان کے ریمارک تفصیلاً موجود ہیں۔ مذکورہ بالا بزرگوں میں وہ حضرت علیؓ کو سب سے بہتر جانتے تھے، لیکن بعض اسباب کی وجہ سے ان کی نسبت بھی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ الغرض جب وفات کے وقت لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا ان چھ شخصوں میں جس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نسبت کثرتِ رائے ہو وہ خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔"

(الفاروق مطبوعہ رنگین پریس دہلی ص ۱۰۲ و ص ۱۰۳ جلد اوّل)

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف دعویٰ خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ باقی ارکانِ مجلس نے انتخاب کا کام حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کے ذمہ ڈال دیا۔ حضرت ابن عوف نے مسلسل تین دن، تین رات ارکانِ مجلس سے خفیہ ملاقاتیں کیں اور ہر ایک کے متعلق پوری جانفشانی کے ساتھ عوام سے بھی مشورہ طلب کیا۔ بالآخر پورے غور و خوض کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف رجحان دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ سب اہلِ مجلس نے اسی وقت بیعت کر لی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولین بیعت کنندگان میں تھے۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی، مختصر سیرت الرسول عربی ص ۲۰۸ مطبوعہ لاہور)

شیعہ کتب میں بھی اس بیعت کا تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ شرح نہج البلاغہ حدیدی طبع بیروت ص ۹۷/۲ پر ہے کہ:

"ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ فَبَايَعَ۔"[1]

نیز اسی کتاب کے ص ۲۱۷/۲ پر ہے کہ:

"فَمَشٰى اِلٰى عُثْمَانَ ثُمَّ بَايَعَهُ" [2]

نیز یہی الفاظ ناسخ التواریخ مصنف مرزا محمد تقی مطبوعہ ایران تحت بحث بیعتِ عثمان رضی اللہ عنہ ص ۴۴۹/۲ پر موجود ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سابقہ کارگزاری پر نظر فرمائی تو معلوم ہوا کہ نئے مفتوحہ علاقوں کے لوگ بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ قیصرِ روم کی موت کے بعد اس کے لڑکے قسطنطین نے تختِ شاہی پر بیٹھ کر اسکندریہ پر سے مسلمانوں کی حکومت پامال کرنے کے لیے ایک زبردست فوج روانہ کی۔ یہ فوج جہازوں کے ذریعے قسطنطنیہ سے روانہ ہوئی اور اسکندریہ پر اتری۔ مسلمان اس نئے حملہ کی اطلاع پا کر قاہرہ سے نکلے، دونوں فوجوں میں زبردست مقابلہ ہوا۔ رومی فوج کو شکستِ فاش ہوئی

---

[1] "اپنا ہاتھ بڑھایا اور بیعت کی۔"

[2] "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف چلے اور بیعت کی!"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا سپہ سالار مارا گیا اور مسلمانوں کا اسکندریہ پر دشمن کے قبضہ کا خطرہ دور ہوا۔

اسی طرح ایرانی علاقوں میں بھی آثارِ بغاوت نمودار ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے اطلاع پاتے ہی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت براء بن عازبؓ اور قرظہ بن کعبؓ کو بھاری فوجیں دے کر ان بغاوتوں کو فرو کرنے کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے چند دنوں میں اہلِ بغاوت کی سازشوں کو ناکام بنا دیا۔

اسی طرح افریقہ کو قبضہ میں لانے کے لیے حضرت عبداللہ بن سعدؓ مقرر ہوئے۔ انہوں نے دس ہزار کا لشکر لے کر چند ہی دنوں میں علاقہ بھر میں اپنا سکہ جما دیا۔ صرف طرابلس کی طرف سے کچھ دقت پیدا ہوئی مگر حضرت عثمانؓ نے موقع کی نزاکت دیکھ کر مدینہ منورہ سے ایک فوج ان کی مدد کے لیے روانہ کی۔ اس فوج میں حضرت حسن بن علی، حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عمرو بن عاص، اور حضرت عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہم) بھی شامل تھے۔ طرابلس کی فوجیں ان جانباز بہادروں کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ اس طرح طرابلس پر قبضہ ہو گیا —— اس کے بعد مسلمانوں نے ریاست افریقہ کے صدر مقام کی طرف رخ کیا۔ بادشاہ افریقہ ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکرِ جرار لے کر مسلمانوں کی فوج کے مقابلہ میں آیا، حضرت عثمان غنیؓ نے یہ سنتے ہی مزید فوج بھیج دی۔ خونریز جنگ ہوئی مگر فتح و شکست کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ چند دن تک جب افریقہ سے حضرت عثمانؓ کو کوئی اطلاع نہ پہنچی تو آپؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن زبیرؓ کی قیادت میں ایک فوجی دستہ روانہ کیا۔ جب یہ فوجی دستہ اسلامی فوج سے ملا تو نعرۂ تکبیر کی صدا سے فضا گونج اٹھی۔ یہ سنتے ہی افریقہ کا بادشاہ جرجیر خود مقابلہ کے لیے میدان میں آیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ کفار کا لشکر بھاگ گیا اور مسلمانوں کو بیشمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

بحری حملہ: بعد ازاں حضرت عثمانؓ کی اجازت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحری حملہ کی تیاریاں کیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کی تحریک سے ایک گروہ قبرص پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار ہوا۔ اس لشکر میں حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت شداد بن اوسؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ اور ان کی بیوی ام حرامؓ بنت ملحان جیسے اکابر صحابہؓ بھی شامل تھے۔ اس لشکر کی قیادت حضرت عبداللہ بن قیس کو سونپی گئی اور مجاہدین کا لشکر کشتیوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر سوار ہو کر قبرص روانہ ہوا۔ جب یہ لشکر ساحل پر اترا تو جس گھوڑے پر امِ حرام تھیں، وہ بدکا اور حضرت امِ حرامؓ گر کر وفات پا گئیں۔ نبی علیہ السلام کی ان کے متعلق یہی پیش گوئی تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی (بخاری) یہاں کا لشکر بھی تابِ مقاومت نہ لا سکا۔ اور مسلمانوں کا قبرص پر قبضہ ہو گیا۔ ازاں بعد حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر نے روڈس کا رخ کیا، دشمن نے پہلے جم کر مقابلہ کیا بالآخر انہیں بھی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھانی پڑی۔ اس جزیرے میں تانبے کا ایک بہت بڑا بت تھا جس کے پرزے خود امیر معاویہؓ نے اڑائے۔ اسکندریہ میں اس بت کے ٹکڑے ایک یہودی نے خرید کئے۔ یہ تمام واقعات ۲۸ھ تک کے ہیں۔

نئے انتظامات کے تحت ایران میں بھی کافی تبدیلیاں ہوئیں۔ اہلِ ایران شاہ یزدجرد کے اکسانے پر بار بار بغاوت پر آمادہ ہوتے مگر حضرت عثمان غنیؓ کی فوج ان بغاوتوں کو دبا دیتی۔ بعد ازاں طبرستان کو مفتوح بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک لشکر ترتیب دیا گیا جس میں حضرت حسنؓ بن علیؓ بطیبِ خاطر شامل ہوئے۔ اس بابرکت لشکر نے طبرستان کے تمام علاقے اور شہر فتح کر لیے۔ ۳۱ھ میں شاہ یزدجرد ایک پن چکی والے کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے قتل کے بعد حکومتِ کسریٰ کا خاتمہ ہوا اور کئی مرکزی شہر فتح ہوئے۔

المختصر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بلحاظِ فاتح، شیخینؓ کی طرح کامیاب اور خوش نصیب تھے۔ آپؓ کی روانہ کردہ فوج کو کبھی شکست نہیں ہوئی۔ بغاوتوں کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ دور دراز تک اسلامی فتوحات کا سلسلہ قائم ہوا اور وہ علاقے مفتوح ہوئے جہاں لشکروں کا پہنچنا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

ایک فتنہ پرداز آدمی:

فتوحاتِ اسلامی کے عروج اور روز بروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ دیکھ کر ایک یہودی، جس کا نام عبداللہ بن سبا تھا، آتشِ حسد میں جل گیا۔ یہ انتہائی درجہ کا شر پسند، مفتن، بدباطن اور سازشی ذہن کا مالک تھا۔ غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ مسلمانوں کو بزورِ شمشیر ختم کرنا محال ہے، جبکہ دوستی کے روپ میں اسلام کی شیرازہ بندی کو توڑنا بالکل آسان ہے۔ چنانچہ وہ منافقانہ چادر اوڑھ کر مدینہ منورہ میں آکر مسلمان ہوا اور مدینہ میں ہی سکونت اختیار کی۔ اس نے خود کو خیر خواہِ آلِ محمدؐ ظاہر کر کے مسلمانوں میں ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتنہ انگیز خیالات کی تخم ریزی شروع کی کہ بعد وفات النبیؐ لوگوں نے حضرت علیؓ کے سوا دوسروں کو خلافت دے کر آلِ محمدؐ کی حق تلفی کی ہے۔ لہٰذا جملہ احباب کو چاہیئے کہ حضرت علیؓ کے ممد و معاون بن کر انہیں مسندِ خلافت پر بٹھائیں اور موجودہ خلیفہ کو معزول یا قتل کر دیں۔ لیکن مدینہ منورہ میں اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی تو اس نے بصرہ کا رخ کیا۔ اور حکیم بن جبلہ واعوانہ سے مراسم پیدا کئے۔ حضرت عبداللہ بن عامرؓ جیسے فہمیدہ گورنر کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے عبداللہ بن سبا کو بلا کر فرمایا کہ تم مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو منتشر کرنا چاہتے ہو۔ اور اتفاق و اتحاد کی بجائے ان میں منافرت اور انتشار کے خواہاں ہو۔ میں تمہیں دردناک سزا دوں گا۔ یہ تنبیہ سن کر وہ فرار ہو گیا، مگر ایک تنظیم قائم کر گیا۔

بصرہ سے روانہ ہو کر وہ کوفہ[1] میں آیا۔ اور اپنے زہد و تقویٰ کا سکہ بٹھانے کے لیے لوگوں کی نظروں میں صوفی منش مسلمان بن گیا، یہاں بھی وہ محبِ آلِ محمدؐ کی آڑ میں اسلام پر حملہ آور ہوا اور اصحابِ ثلاثہؓ کے خلاف غلط پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ چنانچہ جو لوگ مصلحتاً مسلمان ہوتے تھے اور حضرات خلفاءِ ثلاثہؓ کے متعلق دل میں گہرا عناد و بغض پوشیدہ رکھتے تھے، اس کے ہم نوا بن گئے۔ جب کوفہ کے حاکمِ اعلیٰ حضرت سعید بن عاصؓ کو اس کے متعلق علم ہوا تو انہوں نے اسے سرزنش کی۔ اس پر عبداللہ بن سبا نے ملک شام کی راہ لی، لیکن یہاں بھی ایک[2] خفیہ تنظیم قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب یہ دمشق پہنچا لیکن حضرت امیر معاویہؓ جیسے ہوشمند اور مستعد سیاست دان کی موجودگی میں یہاں کامیاب نہ ہو سکا تو وہاں سے مصر گیا۔ اور سابقہ تجربہ کی بناء پر انتہائی محتاط اور رازدارانہ انداز سے کام شروع کر دیا۔ یہیں سے وہ باقاعدگی کے ساتھ بصرہ اور کوفہ کے احباب کو ضروری ہدایات بھی ترسیل کرتا رہا۔ چنانچہ کوفہ کے شرپسندوں نے حاکمِ کوفہ کے خلاف غلط پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ حاکمِ کوفہ نے تمام واقعات لکھ کر دربار

---

[1] کوفہ فتنوں کی آماجگاہ ہے۔ جس کے متعلق نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ہمیشہ اس جگہ سے فتنے ابھریں گے۔ چنانچہ کربلا کا افسوس ناک واقعہ کوفیوں کے ہاتھوں ہوا۔ حضرت علیؓ کی شہادت انہی لوگوں کی کارستانی ہے۔ خوارج کے تمام فتنے اسی سرزمین سے ظہور پذیر ہوئے۔ جنگِ جمل بھی یہیں کی پیداوار ہے۔

[2] اس تنظیم میں مالک بن اشتر نخعی، کمیل بن زیاد، علقمہ بن قیس، ثابت بن قیس، جندب بن زہیر عامری، جندب بن کعب ازدی، عروہ بن جعد، عمرو بن حمق خزاعی وغیرہ شامل تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے رجال کشی، البدایہ والنہایہ، تاریخ اسلام نجیب آبادی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافت میں روانہ کئے اور ساتھ ہی لکھا کہ ان شر پسندوں اور فتنہ پردازوں کو شام بھیجنے کا حکم دیا جائے، تاکہ امیر معاویہؓ جیسے مدبر سیاست دان ان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ لیکن یہ لوگ شام پہنچ کر بھی اپنی غلط کاریوں سے باز نہ آئے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کی اجازت سے انہیں حمص بھیج دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن خالدؓ حکمرانِ حمص نے ان پر بہت سختی کی حتیٰ کہ ان کا اپنی مجلسوں میں بیٹھنا ممنوع قرار دیا۔ اس سخت برتاؤ سے ان کی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں اور انہوں نے اپنی سابقہ خطاؤں پر اظہارِ تاسف بھی کیا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے دربارِ خلافت میں عذر خواہی کی درخواست کی۔ اس طرح ان شر پسندوں کو دوبارہ کوفہ جانے کی اجازت مل گئی۔

مصر میں عبداللہ بن سبا نے اپنے حواریوں کا ایک منظم گروہ مرتب کیا جو شر پسندی میں مہارتِ تامہ رکھتا تھا۔ اس نے **محبتِ اہلبیت اور حمایتِ علیؓ** کے اظہار کو کامیابی کا ذریعہ بنایا۔ اور خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بصرہ اور کوفہ کے دوستوں کو بھی اپنی سرگرمیوں سے آگاہ کرتا رہا۔

عبداللہ بن سبا کو اس جگہ اپنے مقصد میں کامیابی ہوتی نظر آئی تو اس نے دوسرے مرکزی شہروں میں قائم شدہ جماعتوں کو بھی اس مصری جماعت سے منسلک کر دیا۔ اب ان تمام جماعتوں کا ایک مرکز، ایک مقصد، اور ایک ہی نصب العین تھا کہ موجودہ خلیفہ کو قتل کر کے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو پارہ پارہ کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا کو نہ تو حضرت علی مرتضیٰؓ سے کچھ محبت تھی اور نہ حضرت عثمان غنیؓ ہی سے کوئی ذاتی عناد، بلکہ وہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے حق میں تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے عہد میں فتح بصرہ، اور جنگِ جمل کے بعد اس گروہ نے جب یہ دیکھا کہ اب حضرت علیؓ کی مخالفت میں اسلام کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے تو وہ بلا تامل حضرت علیؓ کی مخالفت پر بھی کمربستہ ہو گئے۔

بہرحال عبداللہ بن سبا یہودی کی سازش کا جال تمام ممالکِ محروسہ میں بچھ گیا۔ خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے متعلق بد باطن لوگ باتیں بنانے لگے۔ تمام صوبوں کے گورنروں نے اس کو تاڑا۔ حتیٰ کہ بعض گورنروں نے خود مدینہ منورہ پہنچ کر خلیفہ راشدؓ کو حالات کی سنگینی سے آگاہ کیا۔ حضرت عثمانؓ نے تمام عمال اور شکایت کنندگان کو حج کے موقع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر بلایا۔ تمام عمال مکہ مکرمہ پہنچے مگر یہ بدباطن مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ حضرت عثمانؓ فراغتِ حج کے بعد خود مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اجتماع طلب کیا۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپؓ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، اگر کسی کو کوئی شکایت ہو تو بیان کرے چنانچہ لوگ شکایات پیش کرنے لگے اور حضرت علیؓ تمام شکوے شکایات رفع کرتے ہوئے ہر اعتراض کا تسلی بخش جواب دیتے رہے۔ تمام لوگ مطمئن ہو کر واپس چلے گئے لیکن شر پسندوں کے دل میں انتقامی آگ پھر بھی سلگ رہی تھی۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۷۱/۷)۔

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ سے درخواست کی کہ حالات ساز گار نہیں، لہٰذا آپ میرے پاس دمشق چلے آئیں وہاں مضبوط فوج بھی ہے اور حفاظتی انتظام بھی موجود، لیکن حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ کی ہمسائیگی چھوڑ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے پیش کش کی کہ بطورِ حفاظت آپ کے لیے شام سے ایک زبردست لشکر بھیج دوں؟ فرمایا "میں محمدؐ کے پڑوسیوں کو تنگ نہیں کرنا چاہتا۔" عرض کی "آپؓ ضرور دھوکہ کھائیں گے۔" لیکن حضرت عثمانؓ "حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ" کہہ کر خاموش ہو گئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، اور حضرت زبیرؓ کو خلیفۂ وقت کی ہر ممکن امداد کے لیے کہا اور شام کو روانہ ہو گئے۔

ادھر عبداللہ بن سبا نے مصر میں بیٹھے بیٹھے تخریبی کارروائیوں کے تمام انتظامات مکمل کر لیے اور خلافتِ عثمانؓ کو درہم برہم کرنے کے لیے اپنی سازشوں کو عملی جامہ پہنانے لگا۔ اس کی تحریک کا راز سوائے چند اشخاص (مسلم نما یہودیوں) کے اور کسی کو معلوم نہ تھا۔ اگرچہ اہلِ مصر حضرت علیؓ کو چاہتے تھے۔ اہلِ کوفہ حضرت زبیرؓ بن عوام کے خواہش مند تھے اور اہلِ بصرہ حضرت طلحہؓ کے خواہاں تھے۔ تاہم یہ تینوں فریق خلیفۂ وقت کے قتل پر بہر حال متفق تھے۔ درحقیقت یہ بھی اس منافق کی سازش تھی کہ بعد میں بھی یہ سادہ لوح مسلمان "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" پر عمل پیرا نہ ہو سکیں اور ہر ممکن طریقہ سے مسلمانوں میں اختلاف کی ایسی آگ کو سلگایا جائے جس سے خلافت خود بخود معطل ہو جائے اور اسلامی فتوحات کا دروازہ مقفل ہو جائے۔

(جاری ہے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ